منظومات قلی قطب شاہ کا تحقیقی و فکری منظر نامہ

ڈاکٹر بادشاہ منیر بخاری

شعبہ اردو جامعہ پشاور

ڈاکٹر انورالحق

شعبہ اردو جامعہ پشاور

Abstract

Qali Qutb Shah had the distinction of being the first *Saheb-e-dewan* Urdu poet and is credited with introducing a new sensibility into prevailing genres of Persian/Urdu poetry., his poetry is representative of a specific era, at a time when everyone was narrating poetry in Persian, Qali Qutb Shah started writing in Urdu and patronized Urdu, other rulers of his family also patronized Urdu language and Urdu poetry. This poetry is important in many respects. In his poetry, the Deccani language of Urdu has been preserved in early times. His poetry is a beautiful picture of the past. In this article, his poetry and his thoughts have been considered. His importance in the history of Urdu language is due to many references on which a lot has been written but his intellectual aspects have not been discovered yet, his thoughts the dimensions bring to our attention the continuity of thought and thought in his age on which the mental foundation of the coming age of Urdu poetry has been laid.

Key Words:

Qali Qutb Shah, Deccani, poetry, Urdu, Persian, History, Ghazal,

خلاصہ: جدید تر تحقیق کے مطابق ابوالمظفر محمد قلی قطب شاہ ۱۵۶۴ء تا ۱۶۱۱ء اردو کے پہلے صاحب کلیات شاعر ہیں انھوں نے اردو میں نصف لاکھ اشعار کہے جس میں سترہ تخلص استعمال کیے وہ اردو میں سب سے زیادہ تخلص استعمال کرنے والے شاعر ہیں۔ اس نے غزلیات رباعیات قصائد، مراثی، عیدنوروز، عید غدیر، بقرعید، عیدرمضان، بسنت، ہولی، دیوالی، مہندی، سالگرہ، جلوہ، مثنویات، ریختی وغیرہ تقریباً تمام کلاسیکی اصناف پر شاعری کی اور اس حوالے سے وہ نظیر اکبر آبادی کے پیش رو قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ ان کے منظومات گہرے مذہبی رنگ کے علاوہ مختلف تہواروں، موسموں اور سماجی و معاشرتی رسومات پر مبنی ہیں۔ ان کی منظومات، متصوفانہ مسائل کے علاوہ گہرے جنسی تجربات و واردات کے امین بھی ہیں جس میں وہ اپنی محبوباؤں کو مختلف ناموں اور خطابات سے مخاطب کرنے کے علاوہ ان کی نسوانی و جنسی خصوصیات کا ذکر بھی کھل کر کرتے ہیں۔ وہ روایت کے مطابق مذہبی موضوعات کے علاوہ انسان کے بنیادی جذبوں، اس کے حقیقی ماحول اور مختلف نفسیاتی کیفیات کو خوب صورت تخلیقی انداز میں اپنی نظموں میں پیش کرتے ہیں۔

وہ اگر ایک طرف عرب، ایرانی اور ہندی رجحانات سے اپنی نظموں کا تانا بانا بنتے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف شیعہ، سنی مشترک تہواروں اور ہندوانہ رسوم ورواج اور تہواروں کو بے تعصبی کے ساتھ عملاً مناتے اور پھر اپنی نظموں کا حصہ بناتے ہیں۔یوں قلی قطب شاہ اپنی نظموں میں ایک عظیم اور وسیع تر تہذیبی و شعری رجحان کے روشن مینار کی صورت میں کھڑے نظر آتے ہیں۔زیر نظر مقالہ اس اجمال کی تفصیل پیش کرتا ہے۔

جدید تر تحقیق کے مطابق اردو شاعری کا پہلا صاحب دیوان شاعر ہونے کا اعزاز گولکنڈہ کے قطب شاہی خاندان کے پانچویں فرمارواں ابوالمظفر محمد قلی قطب شاہ(پیدائش ۱۴رمضان ۹۷۳ھ بمطابق ۱۴اپریل ۱۵۶۵ءوفات ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ بمطابق ۱۰دسمبر ۱۶۱۱ء) کو حاصل ہے جو اپنے باپ ابراہیم قطب شاہ کی وفات کے بعد ۵جون ۱۵۸۰ء کو تخت نشین ہوا اور تاحیات رہا۔دکنی، فارسی اور تیلگو میں شاعری کرنے کے علاوہ محمد قلی نے نصف لاکھ اشعار اردو میں کہے ،اس کے داماد اور بھتیجے سلطان محمد قطب شاہ کے مرتب کردہ منظوم دیباچے کے ایک شعر کے مطابق؛

مگر شاہ کہے بیت پچاس ہزار
دوہرے وصف اپس سوں کہوں بہت عار(۱)

محمد قلی قطب شاہ ابراہیم قطب شاہ کے چھ بیٹوں میں تیسرے نمبر پر تھے ان کی والدہ بھاگ رتی ایک ہندو تلنگن عورت تھیں۔(۲) قلی قطب شاہ کی شاعری کا جو تہذیبی کینوس بنتا ہے اس میں عربی و عجمی اور ہندوستانی تہذیب کا حسین امتزاج ہے۔معاصر حکمرانوں جلال الدین محمد اکبر اور ابراہیم عادل نورس کی مانند قلی قطب شاہ نے بھی نہ صرف خالص ہندوستانی تہذیب و معاشرت اپنے اندر جذب کی بلکہ ایک ہندو لمانی تہذیب و ثقافت کے بانی و پروردہ بھی ٹھہرے۔

قلی قطب شاہ مجموعہ اضداد شخصیت کے مالک تھے جس کا ایک مخصوص پس منظر ہے اور وہ یوں کہ اگر ایک طرف وہ ذہین و فطین عالم، فاضل، حلیم الطبع، اہل علم کا پرستار، رعایا پرور، صلح جو، ادب دوست، علم فلکیات کے رسیا اور فن تعمیر کا شوقین نظر آتا ہے، تو دوسری طرف خوب صورت عورتوں کا حد درجہ شوقین بلکہ آج کی اصطلاح وومن نائزر womanizer ،شراب نوشی کا دلدادہ اور عیاشیوں میں ضرب المثل دکھائی دیتا ہے اور یہ ہونا ایک فطری عمل تھا کیوں کہ ان کا بچپن ناز و نعم میں اور جوانی عیش و عشرت میں گزری، محلات کے حسین و رنگین ماحول نے شاہی جنون اور تقریبوں میں خوب رووں کے جھمگھٹوں اور رقص و سرود کی محفلوں نے محمد قلی کو عیش پسند اور رند مشرب بنایا تھا(۳) لیکن اگر ہم ان کو محض ایک عیش پسند لاپرواہ اور رنگیلا بادشاہ سمجھیں تو درست نہ ہو گا۔ان کی عشقیہ شاعری کا موضوع آرائش خم و کاکل سہی لیکن ان کی عملی زندگی میں اندیشہ ہائے دور و دراز کی کار فرمائی بھی نظر آتی ہے۔بقول ڈاکٹر محمد افتخار شفیع؛

"زندگی میں (قلی قطب شاہ) رنگین مزاجی اور عیش پرستی کے عناصر کی فراوانی کے باوجود وہ ایک مدبر سیاست دان اور منتظم کے طور پر سامنے آتا ہے وہ ایک بیدار مغز

حکمران تھا اپنے تمام تر لہو لعب کے باوجود محمد قلی کی نظریں امور سلطنت پر رہتی تھیں "(۴)

یوں بتیس سالہ دور حکومت میں کبھی جنگ و جدل نہیں کیا، سرکاری طور پر ہزاروں لوگوں کی بھوک مٹانے کے علاوہ ہندوستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ داد محل جیسی عالی شان عمارت تعمیر کی جس کے دروازے ہمیشہ فریادیوں کے لیے (چوب داروں کی مزاحمت کے بغیر) کھلے رہتے، مزید بر آں ان کے تین بڑے کارنامے تاریخ اور تاریخ ادب کے افق پر نیر تاباں کی مانند ہمیشہ چمکتے رہیں گے۔

۱۔ قطب شاہی سلطنت کا استحکام

۲۔ شہر حیدر آباد کی بنا

۳۔ اردو زبان و ادب کی سرپرستی

متعدد نقادوں اور ادبی مورخین کے مطابق کثرت شراب نوشی اور بے لگام جنسی سرگرمیوں کی بنا پر ان کی صحت شدید متاثر ہوئی، رمضان ۱۰۲۰ھ بمطابق اکتوبر ۱۶۱۱ء میں مرض الموت کا شکار ہوتے ہوئے مسلسل ڈھائی مہینے تپ میں مبتلا رہنے کے بعد صرف ۴۷ سال کی عمر میں ۱۷ ذیعقدہ ۱۰۲۰ھ بمطابق ۱۰ دسمبر ۱۶۱۱ء کو وفات پائی۔ پونے دو ہزار صفحات پر مشتمل کلیات میں مثنویات، قصائد، مراثی، رباعیات، غزلیات، ریختی غرض متعدد اصناف سخن میں طبع آزمائی ملتی ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر کے مطابق "غزلوں کو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کرنے کی طرح بھی اس نے ڈالی نیز اردو میں سب سے زیادہ تخلص (۱۷ تخلص) بھی اسی نے استعمال کیے۔"(۵)

اس حقیقت سے انحراف ممکن نہیں کہ قلی قطب شاہ کافی عیاش طبع، بلانوش اور عورت زدہ شخصیت کے مالک تھے لیکن ان کی شاعری میں مذہب اور مذہبی ہستیوں سے غیر معمولی لگاؤ کے علاوہ مذہبی موضوعات اس قدر متنوع انداز میں موجود ہیں کہ انہوں نے باقاعدہ مذہبی اصناف سخن حمد نعت منقبت اور مراثی کے علاوہ عید میلاد النبی ﷺ ، عید بعثتِ نبیؐ، عید مولود علیؓ، عید غدیر، عید رمضان، اور بقر عید پر بھی شاندار نظمیں لکھیں۔ یوں وہ باقاعدہ صوفی تو نہ تھے لیکن ایک پختہ کار صوفی مشرب کی مانند اپنی شاعری میں کمال کے ساتھ تصوف کی چاشنی بھی پیدا کی۔ ان کے کلیات میں حمد، نعت، عید میلاد النبیؐ، عید بعثتِ نبیؐ اور شب معراج النبیؐ پر باقاعدہ ۲۲ نظمیں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے کلیات کی ابتدا میں حمد کے عنوان کے تحت ۱۳۵ اشعار کی پانچ نظمیں موجود ہیں۔ جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے علاوہ دربار یزداں میں مغفرت، عزت، عظمت اور شہرت کے لیے دست بدعا نظر آتے ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں؛

تج نام ، منج آرام ہے ، منج جیو سو تج نام ہے
سب جگ کوں تج سوں کام ہے تج نام جب مالا ہوا
جیتا ہوں تیری آس تھے آیا ہوں رحم آس تھے

جے کچ منگوں تج پاس تھے، سوہے سو منج کوں تو دیا ہے (۶)

مذکورہ نظموں کے علاوہ اگلے صفحے پر نعت کے عنوان سے ۴۳ اشعار پر مشتمل باقاعدہ پانچ نظمیں ہیں، مزید بر آں کلیات قلی میں اول تا آخر تمام اصناف سخن میں عشق رسول کے موتی اشعار کی صورت میں نظروں کو خیرہ کرتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ؛

"اس (قلی قطب شاہ) کو فخر تھا کہ وہ ازل سے محمد ﷺ کا قلی یا غلام ہے اور اسی غلامی کی وجہ سے وہ دنیا میں سرخرو ہوا اسی امتیاز اور فخر کے اظہار سے پورا کلیات بھر اپڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دوسرے بادشاہ اپنی سلطنت اور مال و دولت پر فخر کرتے ہیں لیکن میں صرف محمد ﷺ کے نام اور ان کا غلام ہونے پر فخر کرتا ہوں۔(۷)

ڈاکٹر زور کے دعوے کی تائید درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے؛

صدقے نبی جم راج کر قطب زماں آنند سوں
قدرت تھے کہکش آئے کر دندیاں کے سوں آرا ہوا
اسم محمد ﷺ تھے آہے جگ میں سو خاقانی مجھے
بندہ نبی کا جم رہے ہستی ہے سلطانی مجھے (۸)

ہر چند کے چہرے بشرے اور کسی حد تک عمل سے وہ خالص عاشق رسول ﷺ نہ سہی لیکن اپنی شاعری اور مختلف سنجیدہ سرگرمیوں کی وجہ سے انہیں محبِ رسول ﷺ کہنے میں کوئی تامل نہیں کیوں کہ عید میلاد النبی ﷺ، عید بعثت نبی ﷺ اور شب معراج کی تقریبات کے وقت وہ سرکاری طور پر پوری سلطنت کو دلہن کی مانند سجاتا اور تمام تقریبات پورے جوش و خروش سے مناتا۔

عشق رسول اور عشق خدا کے علاوہ قلی قطب شاہ نے شیر خدا، فاتح خیبر اور داماد رسول ﷺ حضرت علیؓ سے بھی خصوصی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے اور اس کی سب سے اہم وجہ یہ تھی کہ انہیں عشق خدا اور عشق رسول ﷺ کے علاوہ پنج تن پاک بالخصوص حضرت علیؓ سے خصوصی محبت و عقیدت تھی یوں منقبت کے عنوان سے چالیس اشعار کی کی چھ نظموں میں شیر خدا سے اظہار محبت کے علاوہ عید مولود علیؓ پر ۹ نظمیں اور عید غدیر پر ۸ نظمیں لکھیں جن میں حضرت علیؓ کے علاوہ پنج تن پاک سے ان کی عقیدت بام عروج پر نظر آتی ہے۔ منقبت کے بعد دو نظمیں مدح بی بی فاطمہؓ کے عنوان سے بھی موجود ہیں۔ دو مثالیں درج ذیل ہیں؛

اب پیار تھے اب جم مجھے غم تھے سو کر بے غم مجھے
تو ہیں مدد ہر دم مجھے تجھ بن نہیں کوئی یا علیؓ (۹)

بی بی فاطمہؓ عرش کے تاج ہیں
اتن نور تھے حور جنت کی لاجے(۱۰)

لیکن اہل بیت سے ان کی محبت وعقیدت کے اصلی جوہر مرثیے میں کھلتے ہیں، جس کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ وہ خود نہ صرف اثنائے اشعری شیعہ تھے بلکہ شیعہ مسلک کی ترویج وپرچار کے لیے پوری زندگی مصروف بھی رہے تاہم انہوں نے نہ صرف بیسیوں مرثیے لکھے بلکہ حیدر آباد میں باقاعدہ "عزداری کو شایان شان طریقے سے منانے کے لیے محمد قلی نے محل کے عاشور خانے کے علاوہ ۱۰۰۳ھ میں ایک بادشاہی عاشور خانہ بھی تعمیر کیا۔ اس میں ۱۴ معصوموں کے نام کے ۱۴ علم ایستادہ کئے عاشور خانے کے صحن کے طاقچوں میں دس صفیں ایک دوسرے کے متوازی بنادی گئی ہیں دس محرم الحرام تک پہنچتے پہنچتے اس میں دس ہزار چراغ روشن کئے جاتے مزید برآں بڑے بڑے چراغ دانوں میں ۱۲۰ شمعیں الگ روشن کی جاتیں، سیاہ پوش، عزادار خوش آواز ذاکرین اور خوش نوا نغمہ پرداز دل سوز مرثیے اور غم انداز اشعار اس انداز سے پڑھتے کہ سارا مجمع ہچکیاں لیتا، قلی قطب شاہ خود بھی مرثیے لکھتا لیکن ان کے تمام مرثیے دستیاب نہیں، تاہم ان کے کلیات میں ۱۶۱ اشعار پر مشتمل پانچ مرثیے اہل بیت کے درد وغم سے اس قدر لبریز ہیں کہ اس کو سن یا پڑھ کر قاری کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔چند شعری مثالیں درج ذیل ہیں؛

محرم مہینے میں آیا اماماں کا سوں غم پھر کر
زمین ہور آسماں میانے بھریا سرتے علم پھر کر
مسلماناں نہ دیا سارے بھراؤں اپنے انجھواں تھے
کہ آیا ہے اماماں کا بلا سرتے ستم پھر کر(۱۱)

لہو روتی ہے بی بی فاطمہؓ اپنے حسیناں تیں
لہو لالی کا رنگ ساتوں گگن اپرال چھایا ہے
خدایا قطب شاہ کو بخش تو حرمت اماماں کی
کہ ان کی مدح کا حلقہ میرے جن میں سہایا ہے(۱۲)

منظومات کے علاوہ ان کے قصائد رباعیات، قطعات اور متفرقات بھی پنج تن پاک کے عشق کے موتیوں سے چمک رہے ہیں جس کی ترتیب کچھ یوں ہے کہ ۱۲ قصائد میں دو قصائد بعنوان "عید میلاد النبی ﷺ" اور ایک قصیدہ "یا علیؓ" کے عنوان سے ہے اس کے علاوہ ۱۴۰ رباعیات میں رباعی نمبر ۱۱ اور ۲۳ میں "محمد ﷺ "اور "علیؓ" کا ذکر مقدسہ یک جاجب کہ رباعی نمبر ایک، دو، تین، چار اور چوبیس الگ مدحتِ علیؓ سے لبریز ہیں۔ اس کے علاوہ ریختی کے عنوان سے

تین قطعات کے آخری اشعار میں نبی ﷺ کا ذکر آیا ہے۔ مزید بر آں کلیات کے بالکل آخر میں (جہاں کلیات ختم ہوتا ہے) چھ شعروں کی نامکمل مثنوی درج ہے جو گہرے حمدیہ اشعار پر مبنی ہے۔

ہر چند کہ قلی قطب شاہ نے شاعری کے علاوہ مختلف تقریبات کی صورت میں مذہبی ہستیوں اور بزرگانِ دین سے خصوصی محبت کا اظہار کیا ہے لیکن حق تو یہ ہے کہ مذہب کی قبا ان کے جسم وجاں پر کبھی حقیقی معنوں میں چست نہ ہو سکی کیوں کہ خود ان کی عیاشی اور مذہبی رجحانات میں تضاد کو محض تضاد نہیں بلکہ بعد مشرقین کہا جا سکتا ہے جس کا خوبصورت تجزیہ ڈاکٹر افتخار محمد شفیع نے ان الفاظ میں کیا ہے۔؛

> "محمد قلی کی شخصیت کا مذہبی پہلو بھی تہذیبی نوعیت کا ہے اسے صرف مذہب سے رسوم ورواج کی حد تک رغبت ہے وہ اپنی محبوباؤں کے اعضائے بدن اور ان آرائش و زیبائش سے حظ اٹھاتا ہے تو اسے بھی نبی اور علی کے صدقے حسن کی دنیا کی عطا جانتا ہے اس کی بارہ پیاریاں بھی اس کے خیال میں بارہ اماموں کا صدقہ ہیں۔ مذہب سے اس کا لگاؤ بظاہر اس سبب ہے کہ اس سے بیگانگی کہیں اقتدار کے راستے میں رکاوٹ نہ بن جائے "(۱۳)

اس کے علاوہ وہ خالص مذہبی تقریبات میں اس قدر فحاشی و عریانی پر مبنی سرگرمیاں برپا کرتا جس کی اجازت کسی طور مذہب نہیں دیتا، البتہ شاعر برائے شاعر، یا شعر برائے شعر کی حد تک ان کی مذہبی موضوعات پر مبنی شاعری قابل داد ہے۔

مذہبی شاعری کے علاوہ ان کی نظموں میں مذہبی تقریبات معاشرتی تقریبات اور سماجی رسومات پر بیش بہا نظمیں موجود ہیں کیوں کہ عہد قلی میں عید رمضان، بقر عید، شب برات، شب معراج، جشن نوروز، عید نوروز، عید بسنت، برسات، سالگرہ، مہندی، جلوہ، ناٹک اور کھیل وغیرہ پوری باقاعدگی اور جوش وخروش سے منائے جاتے تاہم مذکورہ تقریبات کے تذکرے ان کی نظموں میں تخلیقی انداز میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے مذکورہ عیدوں اور سماجی و معاشرتی تقریبات کے بارے میں جو معلومات پہنچائی ہیں اس کا اجمال یوں ہے کہ جہاں رمضان کا چاند دکھائی دیتا تمام قطب شاہی سلطنت میں لہو لعب ختم ہو جاتے، شراب کی دکانیں اور سیندی خانے بند کر دیئے جاتے، خود محلات میں شراب اور عیش و عشرت موقوف رہتی، بادشاہ کی تقلید میں تمام بیگمات و محلات شاہی صوم وصلوۃ کے پابند ہو جاتے، شوال کا چاند نظر آتا تو عیش و عشرت کے شادیانے بجتے مصری، پستے، بادام، دودھ، اور کھجور خاص اہتمام سے منگوائے جاتے اور شیر خورما اور سویوں سے ضیافت کی جاتی۔ مذکورہ عید کے متعلق قلی نے گیارہ نظمیں لکھیں۔ شب برات پر قلی نے خوب جم کر لکھا۔ جس کی اہم نفسیاتی وجہ یہ بھی تھی کہ انہیں رنگ و نور اور چمکیلے و بھڑکیلے پن سے غیر معمولی شغف تھا، تاہم

شب برات میں وہ نہ صرف دل کھول کر چراغاں، آتش بازیوں اور شاہانہ رنگ رلیوں میں منہمک ہو جاتا بلکہ ان کا قلم بھی خوب جولانیاں دکھاتا۔ یوں شب برات پر ۱۷۷ اشعار کی دس نظمیں ان کے کلیات میں موجود ہیں۔

قلی قطب شاہ ایک پایہ شناس شاعر ہونے کے علاوہ مدبر سیاست دان بھی تھا تاہم انھوں نے بین قومی تمدن کے پیدا کرنے کے لیے مذکورہ خالص اسلامی عیدوں کے علاوہ دیگر تقریبات بھی پورے جوش وخروش سے رائج کیں۔ جس میں نوروز، بسنت اور برسات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ عید نوروز کے موضوع پر تین نظمیں اور دو خوبصورت قصائد ان کے کلیات میں موجود ہیں۔ عید نوروز کے علاوہ عید بسنت پر بھی ان کے کلیات میں نو نظمیں ہیں۔ عید بسنت ہندوؤں کا خاص تہوار ہے، جس کو قلی قطب شاہ خاص اہتمام سے مناتے، مذکورہ عید کو اس قدر اہتمام اور شان وشوکت سے منانے کی وجہ محض یہ نہ تھی کہ اس کی رعایا ملازموں یا کنیزوں میں ہندوؤں کی کثرت تھی بلکہ خود ان کے فطری رجحانات کو بھی اس میں بڑا عمل دخل تھا۔ چوں کہ اس موسم میں شہوانی جذبات بھی برانگیختہ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان نظموں میں بعض جگہ اظہار خیالات کے لیے وہ بہت عریاں پیرائیہ اختیار کر لیتے ہیں۔ مذکورہ نظموں سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ محمد قلی قطب شاہ اس موسم میں کھل کھیلنے کے علاوہ اپنی محبوباؤں اور کنیزوں کے ساتھ جی کھول کر رنگ بھی کھیلتا تھا۔ دنیا کا کوئی شاعر اپنے کلام میں اپنی زندگی کو اتنا عریاں پیش نہیں کر سکتا، جتنا محمد قلی نے کیا۔ مثلاً ایک نظم وہ اپنے محبوب کو یوں دعوت دیتا ہے۔ جس کا ترجمہ یوں ہے۔

"اے پیارے آؤ عشق کی بسنت کھیلیں کیوں کہ تم چاند ہو اور میں تارہ ہوں میرا جسم خالص کندن کی طرح چمک رہا ہے اور میں سنگار کر کے اور ہر طرح کے چند بند کے ساتھ تیار ہوں۔"

دیگر تقریبات کے علاوہ آمد برسات سے بادشاہ کو اس قدر شغف تھا کہ پندرہ نفیس نظمیں اس موضوع پر تحریر کیں۔ یہ اصل میں عوام کی عید ہے، چلچلاتی گرمیوں کے بعد جب بارش ہوتی ہے تو جیسے زمین اور اہل زمین کی جان میں جان آجاتی ہے، تاہم قلی جیسے رومان پرور طبیعت کے مالک بادشاہ کے لیے مذکورہ موسم مژدہ جاں فزا سے کم نہ ہوتا۔ اس لیے برسات شروع ہوتے ہی وہ بڑی دھوم دھام سے مجلس آرائی کرتا، شراب کے دور چلتے، مطربان خوش نوا رقص وسرور کے کمال دکھاتے، سہیلیاں مشک وزعفران مل کر اپنے جسم کو معطر بنا لیتی، پھول اور پان کے طبق تقسیم کیے جاتے، تمام محلات شاہی میں زمردی رنگ کی مسندیں بچھا دی جاتی اور ہر سو خوشی وسرمستی کا اظہار کیا جاتا۔ عید اور تہواروں کی تقریبات کے علاوہ دیگر رسومات کو اس قدر اہتمام جوش وخروش اور جدتوں کو دیکھ کر یہ دعویٰ بآسانی کیا جا سکتا ہے کہ محمد قلی قطب شاہ تہذیب وثقافت کا بہت بڑا موجد وتعمیر کار ہے۔

قلی قطب شاہ کے نظم کردہ تہواروں میں سالگرہ، جلوہ، اور مہندی وغیرہ کی رسومات کو بھی کافی اہمیت حاصل ہے۔ وہ اپنی سالگرہ کی تقریب بھی عیدوں اور تہواروں کی طرح بڑی دھوم دھام اور تزک واحتشام کے ساتھ مناتا تھا اور خود اس کو تمام اہل ملک کے لیے ایک سرکاری عید کے طور پر رائج کر دیا تھا۔ سالگرہ کے دن تمام محلات شاہی کو آراستہ کیا

جاتا، بادشاہ مرصع لباس زیب تن کیے سر پر تاج شاہی رکھے مسند پر بیٹھتا تو سات سہیلیاں پھولوں کا منڈپ پکڑی کھڑی رہتیں، بڑے بڑے طبقوں میں مشک وزعفران بھر کر لایا جاتا، بادشاہ قبلہ رو بیٹھتا اور چودہ آئمہ معصومین کے نام لے کر سہرا باندھتا، حضرت علیؓ کا نام لے کر گلے میں ہار پہنتا اور مصری چبانے کے لیے پیش کی جاتی، اس کے بعد نظر اتاری جاتی اور جواہرات نثار کیے جاتے۔ وہ ہر سالگرہ کے وقت سر تا پا عجز و انکسار کا پتلا اور خدا کا سچا سپاس گزار بندہ بن جاتا تھا اور درازی عمر اور ترقی اقبال کے لیے بڑے عجز وانکسار کے ساتھ دعائیں مانگتا۔ سالگرہ کی تقریبات کے علاوہ "مہندی اور جلوہ" کی تقریبات پر بھی ان کے ہاں چھے چھے دل آویز نظمیں ہیں، یہ تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ سب نظمیں محمد قلی نے اپنی شادیوں کی تقریب میں لکھی ہوں گی کیوں کہ انہوں نے خود تین شادیاں کیں تھیں لیکن اتنا ضرور ہے کہ مذکورہ نظمیں خود ان کی اپنی ہی زندگی کے متعلق ہیں۔

رومانوی تحریک انگریزی زبان کی ایک اہم تحریک ہے جو بہت بعد میں اردو میں بھی خاص انداز سے نمو پذیر ہوئی۔ اردو میں اختر شیرانی کو رومانیت کا دیوتا قرار دیا جاتا ہے لیکن قلی قطب شاہ نے رومانوی تحریک اور اختر شیرانی کے ظہور سے چار سو سال قبل اردو شاعری میں خالص رومانوی رویوں کو نہ صرف نبھایا بلکہ بالفعل انجام بھی دیا کیوں کہ ایک رومانوی شاعر لذت وصل و وصال، مہربانیِ حسن اور آسودگیِ جسم و جاں کے بارے میں صرف تخیلاتی انداز میں سوچ سکتا ہے لیکن قلی نے اسے عملی طور پر نبھایا اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ بچپن ہی سے ناز و نعم میں پلا بڑھا تھا اور پھر بادشاہ بننے کے بعد کم سنی کی حکمرانی، مال و دولت کی فراوانی اور عیش و عشرت کی ارزانی ایسے عوامل تھے جس نے ان کے آرزوؤں، خواہشات اور تخیلات کو حقیقی طور پر انجام دینے میں مدد دی۔ تاہم انہوں نے نہ صرف اپنی محبوباؤں کے نام کھل کر اپنی شاعری میں لیے بلکہ ہر ایک کی جسمانی، جنسی، جذباتی اور نسوانی خصوصیات کے مرقعے بھی خوب جزئیات کے ساتھ اپنی شاعری میں پیش کیے۔ ان کے کلیات سے جن ۱۹ پیاریوں کی فہرست مرتب کی جا سکتی ہے۔ ان کے نام اور القابات مع نظموں کی تعداد درج ذیل ہیں؛

۱۔ ننھی	پانچ نظمیں	۲۔ سانولی	تین نظمیں
۳۔ کوئیلی	چار نظمیں	۴۔ پیاری	پانچ نظمیں
۵۔ گوری	تین نظمیں	۶۔ چھبیلی	ایک نظم
۷۔ لالہ	ایک نظم	۸۔ موہن	تین نظمیں
۹۔ لالن	تین نظمیں	۱۰۔ محبوب	دو نظمیں
۱۱۔ بلقیس زمانی	ایک نظم	۱۲۔ حاتم	ایک نظم
۱۳۔ ہندی چھوری	ایک نظم	۱۴۔ پدمنی	ایک نظم
۱۵۔ سندر	ایک نظم	۱۶۔ سجن	ایک نظم

۱۷۔رنگیلی ایک نظم ۱۸۔مشتری ایک نظم

۱۹۔حیدر محل تین نظمیں

مذکورہ ۱۹ ماہ جبینوں میں بارہ ایسی ہیں جو ان کی منظور نظر ہونے کی وجہ سے ان کی بارہ پیاریوں کے نام سے تاریخ ادب میں معروف ہیں کیوں کہ بارہ اماموں کی رعایت سے وہ بارہ کے عدد کو خاص ترجیح دیتا تھا مذکورہ عورتوں کو ہمہ وقت اپنے ساتھ لیے پھرتا بقول ڈاکٹر افتخار شفیع؛

> "وہ ان عورتوں کے نام لے لے کر ان کے حسن کی منظر کشی کرتا ہے قلی قطب شاہ کے فن کا کمال یہ ہے کہ ہر نظم میں موضوع بننے والی عورت کا سراپا دوسری سے جدا ہے ان پیاریوں کا سراپا ترتیب دیتے ہوئے وہ چنچل اور شوخ بھی ہو جاتا ہے اس کے نزدیک وصل صرف جنسی ملاپ کا نام ہے۔ایک حسن پرست سراپا نگار کے طور پر وہ کہیں بھی بے مراد اور لاچار دکھائی نہیں دیتا حسن کی ساری تجلیاں چوں کہ اس کی ایک انگلی کے اشارے کے طابع ہیں اس لیے وہ ہمہ دم مسرور نظر آتا ہے (۱۴)"۔

قلی قطب شاہ نے اپنی نظموں میں مذکورہ پیاریوں کے نہ صرف سراپے کھینچے بل کہ وصل وصال کی مختلف کیفیات اور جنسی واردات کو بھی اس قدر جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے کہ شاید ہی دنیا کے کسی شاعر نے خود کو اپنی شاعری میں اس قدر عریاں بیان کیا ہو۔مذکورہ پیاریوں کے علاوہ انہوں نے دوسری پیاریاں کے عنوان سے بلقیس زمانی، حاتم بہمنی، بندو چھوری، پدمنی، سندر، سجن، رنگیلی، نور کی مورت، اور کسبن کے عنوان سے باقاعدہ دس نظمیں لکھیں، جس میں مذکورہ حسیناؤں کے سراپے کھینچنے کے علاوہ اس کی خوبیاں بھی بیان کیں ہیں آگے ناز کے عنوان سے ناز نیں، اسرار شباب، انداز شباب، چنچل نین، ماہ ابرو، کعبہ رخ، سرو خوش قد چاندنی اور چاندنی اور پیامیں رومانیت تمام تر رعنائیوں کی مانند صبح صادق کی طرح نمودار ہوتا ہے تو نیاز اور افسانہ محبت کے تحت بالترتیب چھے نظموں علم عاشقی، رسم عاشقی، کتاب عشق، نقشہ وصال، عیش وصال، بعد وصال اور پریم کی کہانی پریم کے چند بند، رشک رقابت اور عشق و عقل میں رومانیت نصف النہار کا نظارہ پیش کرتی ہے اور اس کے علاوہ متفرق کے عنوان سے آخری چار نظموں فتنہ دکن ایک تلنگن سے، دکن کی پتلی، اور موہن اور حیدر نگر، تک یہ سلسلہ پورے آب و تاب کے ساتھ جاری رہتا ہے۔

حق تو یہ ہے کہ اگر غالب نے اردو غزل کو سوچنا سکھایا تو قلی قطب شاہ نے اردو نظم کی آنکھیں کھول دی اور وہ بھی صرف باہر کی طرف نہیں بلکہ اندر کی جانب بھی قلی سے قبل صرف مذہبی یا وعظ پر مبنی نظمیں لکھی جاتیں۔ قلی نے مذہب کے حوالے سے کامیاب نظمیں لکھنے کے علاوہ انسان کے بنیادی جذبات حقیقی ماحول، روزمرہ ترجیحات اور مختلف موسموں کے حوالے سے لافانی نظمیں لکھیں، اس حوالے سے وہ نظیر اکبر آبادی کے پیش رو کہلانے کے مستحق ہیں۔

بہر حال وہ ایک ایسا شاعر بن کر سامنے آتا ہے جو عقائل کا پابند بھی ہے اور مقامی تہذیب کا فرزند بھی اسی سبب وہ تمام راسخ العقید گی کے ابوجود اپنے بادشاہ ہونے کے باوصف لہو لعب کا رسیا ہے۔ تاہم وہ عمر بھر دھرتی ماں کی سندرتا اس کے خوش نمارنگ بدلتے موسموں، خوش رنگ پھولوں اور اس کی نعمتوں اور اس مٹی کے خمیر سے اٹھنے والی سندریوں، ناریوں اور پیاریوں کے گیت گاتا رہا، تاہم ان کی نظموں کو دیکھ جائے تو عرب، ایرانی اور ہندی رجحانات کی باہمی ترکیب مذہبی سطح پر رواداری اور بے تعصبی ہمیں اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔ ان کے ہاں جہاں محرم، عید میلاد النبی ﷺ ، عید غدیر، اور میلاد علیؓ وغیرہ پر نظمیں ملتی ہیں۔ وہاں موسموں میں برسات اور بسنت کا جشن بھی اس کا مرغوب موضوع ہے، نوروز بھی ہے، ہولی اور دیوالی بھی ہے، گویا ایک طرف اگر شیعہ سنی مشترک مذہبی تہواریں ہیں، تو دوسری طرف ہندو تہواریں اور مقامی موسم بھی اس کے شعری محرکات میں شامل ہیں۔ جس کو ہم بلا تامل ایک ملخصانہ تہذیبی رجحان کہہ سکتے ہیں اور حق تو یہ ہے کہ بطور ایک بادشاہ بھی اور بطور ایک شاعر بھی محمد قلی قطب شاہ مذکورہ تہذیبی و شعری رجحان کے سب سے بڑے علم بردار کی صورت میں تاریخ اور تاریخ ادب کے افق پر روشن ستارے کی مانند دمک رہے ہیں ۔

حوالہ جات

۱۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء ص ۲۸۵

۲۔ محی الدین قادری، زور، ڈاکٹر، مرتب: کلیات، سلطان محمد قلی قطب شاہ، حیدر آباد دکن، مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۴۰ء، ص ۲۳

۳۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء ص ۲۸۶

۴۔ محمد افتخار شفیع، ڈاکٹر، اردو غزل میں سراپا نگاری، لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء ص ۵۵

۵۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء ص ۲۸۵

۶۔ کلیات قلی قطب شاہ، حصہ اول مرتب: ڈاکٹر محی الدین قادری زور، حیدر آباد دکن، مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۴۰ء، ص ۳

۷۔ محی الدین قادری، زور، ڈاکٹر، مرتب: کلیات، سلطان محمد قلی قطب شاہ، حیدر آباد دکن، مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۴۰ء، ص ۲۵

۸۔ کلیات قلی قطب شاہ، حصہ اول مرتب: ڈاکٹر محی الدین قادری زور، حیدر آباد دکن، مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۴۰ء، ص ۱۰

۹۔ کلیات قلی قطب شاہ، حصہ اول مرتب: ڈاکٹر محی الدین قادری زور، حیدر آباد دکن، مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۴۰ء، ص ۱۹

۱۰۔ کلیات قلی قطب شاہ، حصہ اول مرتب:ڈاکٹر محی الدین قادری زور، حیدر آباد دکن، مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۴۰ء، ص۲۷

۱۱۔ کلیات قلی قطب شاہ، حصہ سوم مرتب:ڈاکٹر محی الدین قادری زور، حیدر آباد دکن، مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۴۰ء، ص۵۶

۱۲۔ کلیات قلی قطب شاہ حصہ سوم، مرتب:ڈاکٹر محی الدین قادری زور، حیدر آباد دکن، مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۴۰ء، ص۵۶

۱۳۔ محمد افتخار شفیع، ڈاکٹر، اردو غزل میں سراپا نگاری، لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء ص۵۷

۱۴۔ محمد افتخار شفیع، ڈاکٹر، اردو غزل میں سراپا نگاری، لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء ص۶۰